مولانا محمد حبیب اللہ مختار

# داستانِ عہدِ گل

داستانِ عہد گل را از نظیری می شنو
عندلیب آشفتہ ترمی گوید ایں افسانہ را

ذیل کی سطور میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی خودنوشت سوانح کے آئینہ میں آپ کی حیات طیبہ کا عکس پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے:

ما ہرچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
اِلّا حدیثِ دوست کہ تکرار می کنیم

## سلسلۂ نسب

حضرت شیخ قدس سرہ نجیب الطرفین سید تھے، آپ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور شیخ حضرت سید آدم بنوری رحمہ اللہ کی اولاد میں سے تھے، شجرۂ نسب حسبِ ذیل ہے:

سید محمد یوسف بن محمد زکریا بن میر مزمل شاہ بن میر احمد شاہ بن میر موسیٰ بن غلام حبیب بن رحمت اللہ شاہ بن عبدالأحد[1] بن حضرت محمد اولیاء بن سید السادات شیخ المشائخ صفوۃ الشجرۃ النبویہ معدن علوم الأولین والآخرین، قطب الأقطاب سلطان العارفین، حاجی الحرمین الشریفین، مخزن اسرار الٰہی السید آدم بنوری بن اسمٰعیل بن پہوا بن حاجی یوسف بن یعقوب بن حسین بن دولت بن قلیل بن سعدی بن قلندر بن حضرت محمد العلوی بن علی بن اسماعیل بن ابراہیم ابن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن سیدنا الحسین رضی اللہ عنہ ابن امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ۔

(۱)......نفحۃ العنبر میں عبدالاحد کے بجائے ''یحیٰ'' مرقوم ہے۔

## مولد و موطن

بروز جمعرات ۶ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء بوقت سحر یہ آفتاب علم وعرفان ضلع مردان میں رشکئی اسٹیشن کے قریب ''مہابت آباد'' نامی بستی میں طلوع ہوا' ضلع انبالہ ریاست پٹیالہ کے ''بنور'' نامی گاؤں میں حضرت الشیخ رحمہ اللہ کے جد امجد سید آدم اقامت پذیر تھے' اسی نسبت سے وہ بنوری کہلائے اوران کا خاندان بنوری خاندان کہلانے لگا۔

## ابتدائی تعلیم

قرآن کریم اور ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد رحمہ اللہ اور ماموں مولانا فضل صمدانی بنوری رحمہ اللہ سے اپنے گھر پر گڑھی میر احمد شاہ پشاور میں حاصل کی' صرف ونحو ودیگر فنون کی ابتدائی کتابیں بھی یہیں زیر درس رہیں' ابتدائی اساتذہ میں مشہور اساتذہ شیخ حافظ عبداللہ بن خیر اللہ پشاوری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۴۰ھ ہیں' پھر امیر حبیب اللہ خان کے دور میں کابل (افغانستان) کے ایک مدرسہ میں تعلیم حاصل کی اور فقہ، اصولِ فقہ، منطق، ادب، بیان وغیرہ علوم وفنون کی متوسط کتابیں پشاور اور کابل کے علماء سے پڑھیں' آپ کے اس دور کے اساتذہ میں قاضی القضاۃ مولانا عبدالقدیر رحمۃ اللہ علیہ افغانی لمقانی (افغانستان جلال آباد کے محکمۂ شرعیہ کے قاضی مرافعہ) اور شیخ محمد صالح القیلغوی افغانی وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔

باقی ماندہ علوم وفنون کی کتابیں علماء دیوبند سے پڑھیں' چنانچہ ۱۳۴۵ھ سے ۱۳۴۷ھ تک دارالعلوم دیوبند میں طالب علم رہے اور وہاں محقق العصر مولانا شبیر احمد عثمانی (فتح الملہم شرح صحیح مسلم کے مصنف) اور امام العصر، محدثِ جلیل حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ آپ کے اجلہ مشائخ میں سے تھے۔

حوادثِ ایام اور ابتلا آتِ زمانہ کی وجہ سے جب امام العصر رحمہ اللہ اور مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند چھوڑ کر ڈابھیل منتقل ہوگئے تو ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ بھی اپنے شیخ امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے ساتھ چلے گئے اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے ہی فارغ التحصیل ہوئے۔

فراغت کے بعد ۱۹۳۰ء میں اپنے والد ماجد رحمہ اللہ کے اصرار وخواہش پر ایک ماہ کی قلیل مدت میں تیاری کر کے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا' چار سال تک پشاور میں جمعیۃ العلماء کے پلیٹ فارم پر سیاسی ودینی خدمات انجام دیتے رہے اور جمعیۃ العلماء پشاور کے صدر بنائے گئے' بعد میں اپنی جوانی کے اس قیمتی وقت کے سیاست کے نذر ہونے پر افسوس کا اظہار فرمایا کرتے تھے' پشاور کے قیام کے دوران بھی آپ مدرسہ رفیع الاسلام بھانہ ماڑی میں تدریس کے فرائض نہایت خوش اسلوبی اور تحقیق وتدقیق کے ساتھ

انجام دیتے رہے۔

امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ آپ کے خصوصی اور سب سے بڑے شیخ ہیں۔ ہمارے شیخ رحمہ اللہ اپنے شیخ کے سچے عاشق اور محبّ صادق تھے‘ ان کی ایک ایک ادا کو اپنے اندر جذب کرلیا تھا‘ ان کی محبت سے آخر دم تک سرشار رہے اور کسی نہ کسی مناسبت سے اس انداز سے ان کا ذکرِ خیر فرماتے کہ معلوم ہوتا کہ ابھی اپنے شیخ سے مل کر آرہے ہیں‘ ان کے ملفوظات ایسے محفوظ کر رکھے تھے کہ ہو بہو انہیں الفاظ میں بیان کرنے کے بعد فرمایا کرتے تھے: واللہ هذا لفظه، والله هذا لفظه۔ ان کے ذکرِ خیر کے وقت ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا ہر بُنِ مو سے اظہارِ تشکر و امتنان اور ہر لفظ و حرف سے محبت و عقیدت کا چشمہ ابل رہا ہے‘ آپ نے امام العصر رحمۃ اللہ علیہ سے ہی اعلیٰ تعلیم کے مراحل طے کئے اور سب سے زیادہ فیض اٹھایا‘ سفر و حضر میں ان کے خادم اور ایک سال سے زیادہ عرصہ تک شب و روز ہمہ دم ان کے رفیق رہے‘ شیخ رحمہ اللہ نے ان کی جانفشانی، لگن، محبت، عقیدت و خدمت کو دیکھ کر اتنا اثر لیا کہ آپ کو اپنے ساتھ ملحق کرلیا اور ”ضرب الخاتم“ کے حوالے ”اسفارِ اربعه“ سے نکالنے کا کام سپرد کیا اور اس سلسلہ میں محنت و بلند ہمتی کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ: جو آپ کر رہے ہیں اگر سیف اللہ شاہ دو گھنٹے کرے تو چیخ اٹھے اور واقعی حقیقت بھی یہی تھی‘ آپ چوبیس گھنٹے میں دو ڈھائی گھنٹے آرام کرتے اور بقیہ سارا وقت اپنے شیخ کی خدمت میں صرف کرتے‘ اللہ تعالیٰ نے اس خدمت کا صلہ یہ دیا کہ آپ کو بھی اپنے شیخ کے رنگ میں رنگ دیا اور بے نظیر محدث، بے بدل عالم، جلیل القدر محقق، بلند پایہ فقیہ، اعلیٰ درجہ کا مفسر، اونچے درجہ کا ادیب و شاعر بنادیا‘ ہمارے شیخ رحمہ اللہ اپنے شیخ امام العصر رحمہ اللہ کا پرتو اور اسلاف کا چلتا پھرتا نمونہ تھے‘ جنہیں دیکھ کر خدا یاد آتا اور ایمان تازہ ہوتا تھا:

ان کی صورت دیکھ کر آنے لگی یادِ خدا
نورِ رخ ان کا چراغِ راہِ عرفاں ہوگیا

اور پھر شیخ رحمہ اللہ کی بے لوث خدمت ہی کا صلہ تھا کہ شیخ کی وفات کے بعد یہ ہونہار شاگرد اپنے شیخ کے لگائے ہوئے باغ کا رکھوالا بنا اور ڈابھیل کے جامعہ اسلامیہ کا شیخ الحدیث و صدر مدرس بننے کا شرف حاصل ہوا۔ نیز جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی مجلس علمی نے آپ کو مجلس کا باقاعدہ رکن بنایا اور ۱۹۳۷ء میں اپنی بعض کتب کی طباعت کے سلسلہ میں قاہرہ بھیجا‘ آپ کی زیرنگرانی ”نصب الرایه“ اور ”فیض الباری“ جیسی بلند پایہ علمی و تحقیقی کتابیں زیورِ طبع سے آراستہ ہوئیں، جن کے حسنِ طباعت کی آج بھی دنیا داد دینے پر مجبور ہے۔ اسی سفر میں مصر، یونان، ترکی اور حجاز مقدس کا سفر کیا اور مفوضہ علمی خدمت کو انجام دیا۔

ڈابھیل میں قیام کے دوران جمعیۃ العلماء صوبہ گجرات کے بھی صدر بنائے گئے اور بمبئی اوقاف کمیٹی کے

بھی ممبر منتخب کئے گئے اور پاکستان آنے تک ڈابھیل میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔

## ہجرت

قدرتِ الٰہیہ اس آفتابِ عالمتاب کو صرف ڈابھیل تک محدود نہ رکھنا چاہتی تھی لہٰذا آپ کی ہجرت کے اسباب پیدا ہونا شروع ہوئے اور مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا بدر عالم مدنی رحمہما اللہ نے پاکستان آنے پر اصرار کیا، چنانچہ ۱۶ جنوری ۱۹۵۱ء کو پاکستان تشریف لے آئے، جب آپ پاکستان پہنچے تو مرکزی وزراء نے آپ کا استقبال کیا، مولانا عثمانی اور مولانا مدنی رحمہما اللہ کے اصرار و دعوت پر دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الٰہ یار (ضلع حیدر آباد سندھ) میں شیخ التفسیر ہوئے اور وہاں تین سال تک تشنگانِ علم تفسیر و حدیث کو سیراب کرتے رہے اور پھر بعض ناگفتہ بہ حالات کی وجہ سے وہاں سے کراچی منتقل ہوگئے، ۱۹۵۳ء میں نیوٹاؤن کراچی میں مدرسہ عربیہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی اور شروع میں فارغ التحصیل علماء حضرات کی تربیت کے لئے درجہ تکمیل کا افتتاح کیا، بعد ازاں دورۂ حدیث کے درجہ کا اجراء کرنا پڑا، بالآخر درس نظامی کے تمام درجات کرنا پڑے، حضرت شیخ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ: عام طور سے مدارس کا افتتاح تحتانی درجات سے ہوا کرتا ہے اور پھر اوپر کو ترقی ہوتی ہے، مگر یہ عجیب بات ہے کہ ہمارے یہاں ترتیب اس کے برعکس ہوئی، ہم نے پہلے فارغ التحصیل حضرات کی تکمیل و تربیت کا ارادہ کیا تھا، مگر مطلوبہ استعداد کے فارغ التحصیل میسر نہیں آتے تھے، اس لئے مجبوراً دورۂ حدیث کا درجہ جاری کیا اور دورۂ حدیث کی تیاری کی خاطر نیچے کے درجے بھی جاری کرنا پڑے۔

## مکانتِ علمی

زمانۂ قیام ڈابھیل (ضلع سورت) میں آپ کو دار العلوم دیوبند کے طبقہ علیا کی مدرسی کی بار بار پیشکش کی گئی، لیکن معذرت کردی۔ دار العلوم دیوبند کے منصبِ افتاء کے لئے حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا حسین احمد مدنی رحمہما اللہ اور قاری محمد طیب صاحب مدظلہ تینوں حضرات نے اصرار فرمایا، لیکن انکار کردیا۔ جامعہ احمدیہ بھوپال کے شیخ الحدیث کے عہدہ کے لئے سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے دعوت دی، لیکن قبول نہ فرمائی، اس کا سبب غالباً یہ تھا کہ آپ ڈابھیل کے مدرسہ کو اپنے شیخ رحمہ اللہ کی امانت سمجھتے تھے اور اس سے مفارقت آپ کو گوارا نہ تھی۔

آپ نے جس زمانہ میں دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الٰہ یار سے ترکِ تعلق کیا تو کراچی سے پشاور تک پاکستان کے دسیوں علمی مراکز سے دعوت نامے موصول ہوئے اور اعلیٰ مناصب کی پیشکش کی گئی، لیکن یہی طے کیا کہ بقیہ تھوڑی سی زندگی اِدھر اُدھر ضائع کرنے اور نئے تجربات کے بجائے اپنے طرز کے ادارہ کے قائم کرنے پر

صرف کرنا چاہئے' ساتھ ہی یہ بھی سوچتے تھے کہ اس قسم کے عظیم الشان کام جس اخلاص، بلند ہمتی، جہدِ مسلسل، صبرو استقامت، رفقاء کار کی روحانی و مادی معاونت کے محتاج ہوتے ہیں، یہ تمام امور مجھے میسر نہیں' اس لئے ضروری سمجھا کہ خود اسی ذات سے مدد مانگی جائے جس کے ہاتھ میں زمین و آسمان کے خزانے ہیں اور اس کے لئے اس ذات کو شفیع بنایا جائے جسے رحمۃ للعالمین فرمایا گیا ہے اور جن سے تعلق و وابستگی رحمتِ الٰہی کی جاذب ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے حرمین شریفین کے سفر پر روانہ ہوئے اور حج بیت اللہ و زیارتِ مدینہ منورہ کو اپنے سفرِ جدید کے لئے ذریعہ بنایا' تاکہ استخارہ اور استشارہ کے ذریعہ جو مناسب معلوم ہو' اس پر عمل پیرا ہوں' لہذا بروز جمعہ ۴/ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ کو ہوائی جہاز سے بصرہ گئے اور وہاں سے عراقی ایئر لائن کے ذریعہ جدہ پہنچے' مقدس مقامات اور دعاؤں کی مقبولیت کی جگہوں پر، قبولیت کے مخصوص حالات و واقعات میں اسی مقصدِ وحید کے لئے خصوصی دعائیں کرتے رہے' بیس روز تک مکہ مکرمہ میں قیام رہا' مکہ مکرمہ کے اس قیام میں خود بھی سراپا فقیر بن کر بارگاہ رب العزت میں دعا وابتہال میں مشغول رہے اور وہاں کے اربابِ قلوب، اصحابِ باطن اور اہل اللہ سے خصوصی روابط قائم کئے اور ان سے بھی عقدہ کشائی کے لئے استخاروں اور دعاؤں کی فرمائش کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں آپ پر سپردگی اور تفویض کی خاص حالت طاری تھی اور جس طرح ایک بے اختیار غلام اپنے مالک کے اشارۂ چشم و آبرو کا منتظر رہتا ہے، کسی کام میں وہ اپنی رائے سے قدم نہیں اٹھاتا، اسی طرح آپ بھی چاہتے تھے کہ بارگاہِ ربوبیت سے آپ کو کوئی مشورہ ملے' مکہ مکرمہ سے روضۂ اقدس (علی صاحبہا الف الف تحیۃ) پر حاضری دینے کے لئے روانہ ہوئے' مدینہ طیبہ میں بتیس (۳۲) روز قیام رہا۔ یہاں بھی دعاؤں اور استخاروں کا وہی سلسلہ رہا' مزید براں یہ کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے یہاں اربابِ قلوب، اصحابِ باطن اور اہلِ مکاشفہ سے تعلق پیدا کیا' ان حضرات سے بھی عقدہ کشائی کے لئے دعاؤں اور استخاروں کی درخواست کی۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ پر ان دنوں بے قراری و بے کسی کی عجیب کیفیت طاری تھی' آپ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کیا انہیں دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار میں رہنا چاہئے یا اپنا مستقل ادارہ قائم کرنا چاہئے اور یہ کہ کیا مدرسہ سے مشاہرہ لے کر تعلیم و تدریس کا کام کریں یا طب وغیرہ کو ذریعہ معاش بنا کر بلا معاوضہ یہ خدمت بجالائیں۔ مسلسل دعاؤں، مشوروں اور استخاروں کے نتیجہ میں بالآخر آپ کی عقدہ کشائی ہوئی اور مکاشفات کے ذریعہ آپ کو رہنمائی ملی کہ:

۱- ٹنڈو الہ یار کا مدرسہ چھوڑ کر اپنا ادارہ قائم کریں۔

۲- کوئی ذریعہ معاش نہ اپنائیں' بلکہ مشاہرہ لے کر یکسوئی سے اپنے تمام اوقات تعلیم و تدریس اور دینی خدمات کے لئے وقف کردیں۔

یہ صورتِ حال مدینہ منورہ میں قیام کے پندرہ روز بعد پیش آئی تھی‘ جب حضرت شیخ رحمہ اللہ وطن واپس لوٹے تو فرماتے تھے کہ: مجھے کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ کیا کروں؟ کیسے کروں؟ تقریباً ایک سال تک اسی شش و پنج میں رہے کہ اس اثناء میں ایک صاحبِ ثروت شخص حاجی یوسف سیٹھی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جنہوں نے اپنے آپ کو قرآنِ کریم اور دین کی تعلیم عام کرنے کے لئے وقف کردیا تھا) تشریف لائے اور پچاس ہزار روپے کی پیشکش کی جو آپ رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری رحمۃ اللہ علیہ کے تقریباً پانچ سال کے مشاہرہ کے لئے کافی ہوتا اور عرض کیا کہ: مدرسہ کھول کر معاش کی طرف سے بے فکر ہوکر کام کریں‘ لیکن حضرت شیخ رحمہ اللہ نے اسے توکل واخلاص کے منافی سمجھتے ہوئے یہ کہہ کر معذرت کردی کہ مدرسہ کی بنیاد رکھنے سے قبل میں کسی کی معاونت ومساعدت قبول نہیں کرسکتا‘ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہمارا بھروسہ واعتماد اس پیسہ پر ہوگا خدا کی ذات پر نہیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ خدا کے لئے کام کریں اس پر بھروسا کریں‘ جب ہم اس کے لئے کام کریں گے تو وہی ہماری تمام ضروریات کا کفیل ہوگا۔

حضرت شیخ قدس سرہ جتنا انکار کرتے‘ سیٹھی صاحب اتنا ہی اصرار کرتے رہے‘ لیکن چونکہ آپ کا خدا کی ذات پر اعتماد نہایت قوی تھا‘ وہ اس کو توکل کے خلاف سمجھتے تھے‘ اس لئے ٹھکراتے رہے‘ حتیٰ کہ جب وہ صاحب مایوس ہوگئے تو انہوں نے اپنے ساتھی سے کہا: ”سن دائیں۔“ مقصد یہ تھا کہ عجیب آدمی ہیں‘ پیسہ نہیں اور پھر بھی اتنی خطیر رقم کو اس طرح ٹھکرا رہے ہیں‘ انہیں کیا معلوم تھا کہ ٹھکرانے والا کون ہے؟ وہ بظاہر گدائے بے نوا ہے‘ مگر توکل وقناعت جیسے بے بہا خزانے کا مالک ہے‘ یہ وہ بے تاج بادشاہ ہے جو دلوں پر حکومت کرتا ہے‘ مخلوق کے بجائے خالق پر اعتماد رکھتا ہے۔

زمانہ طالب علمی میں راقم الحروف ایک مرتبہ سفر میں تھا‘ عریضہ ارسال خدمت کیا‘ جس میں کچھ نصیحت کی درخواست بھی پیش کی۔ جواب آیا اور ایسی عمدہ‘ قیمتی اور بہترین نصیحت پر مشتمل جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے‘ تحریر فرمایا:

”دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے سوا کسی سے کسی خیر کی توقع نہ کریں اور نہ کسی پر اعتماد وتوکل کریں‘ ورنہ سوائے خسران وناکامی‘ کوئی اور نتیجہ نہ ہوگا۔“

وقت گزر رہا تھا‘ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ تعلیمِ دین کے لئے بے قرار تھے‘ اس اثناء میں اپنے ایک ساتھی سے طے پایا کہ نیا مدرسہ کھولا جائے‘ اس کے لئے حضرت شیخ قدس سرہ نے حکومتِ پاکستان سے بعض اربابِ اختیار کے ذریعے یہ مطالبہ کیا کہ: ہمیں مدرسہ کے لئے ایک قطعہ اراضی دیا جائے‘ حکومتِ پاکستان نے کراچی سے باہر تقریباً آٹھ میل کے فاصلہ پر شمال مغرب میں حب ندی کے راستہ میں ”لال جیوہ“ مقام پر دس ایکڑ زمین

دینے کا وعدہ کرلیا۔

مادی وسائل کی قلت، تعمیری مشکلات، کتابوں کے حصول میں دقتوں اور طلبہ کے وظائف، اساتذہ کے مشاہرات کے حصول میں پیش آنے والی مشکلات کے سبب حضرت شیخ رحمہ اللہ ابھی کام کی ابتداء کے بارے میں متردد ہی تھے کہ آپ کی طرف سے اخبارات وجرائد میں یہ اعلان آ گیا کہ درسِ نظامی کے فارغ التحصیل طلباء کے لئے درجہ تخصص اور درجہ تکمیل کا افتتاح مذکورہ مدرسہ میں کردیا گیا ہے، جس میں تعلیم اور نصابِ تعلیم کا نظام یہ ہوگا۔

۱-مشکلاتِ قرآن۔

۲-مشکلاتِ حدیث۔

۳-مذاہب فقہاء کا مقارنہ ابن رشد کی کتاب ''بداية المجتهد'' کے طرز پر۔

۴-مقدمہ ابن خلدون۔

۵-حکیم الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی ''حجة الله البالغة'' کا جزء اول۔

۶-تاریخ ادب عربی کے لئے ''تاريخ الأدب العربي'' اور ''الوسيط''۔

۷-عربی مضمون نگاری اور لکھنے بولنے کی مشق اور اس سلسلہ میں جن کتب کی ضرورت محسوس ہو، طلباء کو وہ یاد کرانا۔ مثلاً ابن الأجدابي کی ''كفاية المتحفظ'' اسکافی کی ''مبادئ اللغة العربية'' ہمدانی کی ''الألفاظ الكتابية'' اور ابومنصور ثعالبی کی ''فقه اللغة''۔

یہ اعلان ہوتے ہی درس نظامی کے دس فارغ التحصیل طلباء حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے پاس پہنچ گئے۔ جن میں دار العلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور جیسے ہندوستان کے مشہور ومعروف مراکزِ علم کے فضلاء بھی تھے لیکن اکثریت ان طلبہ کی تھی جنہوں نے پاکستان کے دینی مدارس سے سند حاصل کی تھی، اب حضرت شیخ رحمہ اللہ طلبہ کے لئے کتابیں خریدنے اور ان کے وظیفہ کا بندوبست کرنے پر مجبور تھے، اس وقت آپ کے پاس ایک دوست کے بارہ سو روپے امانت رکھے ہوئے تھے، آپ نے وہ روپے ان سے قرض لے کر ضروری کتابیں خریدیں اور طلباء کو وظیفہ دیا اور عملی کام شروع کردیا، جن صاحب کی رفاقت میں یہ کام شروع کیا تھا وہ تبرعات ومعاونت کے حصول کے لئے اپنے مخلص احباب سے ملنے لگے، لیکن ابھی زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ آپ کو یہ احساس ہوا کہ میں اپنے ساتھی کے ساتھ شریک رہ کر اپنے مقصد کو عملی جامہ نہیں پہنا سکتا، نہ اپنی صوابدید کے مطابق طلباء کی علمی، اخلاقی، عملی، دینی اور دنیوی اعتبار سے صحیح تربیت کرسکوں گا، اس لئے کہ دونوں کے ذوق، طبیعت، خیالات میں بہت فرق اور بعد نکلا، ساتھ ہی کچھ اور حوادث وابتلاء بھی پیش آئے، جن کا تذکرہ بے سود ہے۔

بہر حال آپ موجودہ صورتِ حال کے پیش نظر اس جگہ اور اس ساتھی کو خیر باد کہہ کر کسی اور مناسب جگہ کی

تلاش میں نکلے، دیکھا کہ ایک جامع مسجد زیرِ تعمیر ہے، اس کے ساتھ ہی زمین کا ایک قطعہ فارغ پڑا ہوا ہے، مسجد کے منتظمین اس جگہ پر مسجد مکمل کرنے کے بعد مکتب بنانا چاہتے تھے، ان حضرات کا خیال تھا کہ مسجد کی تعمیر سے فارغ ہونے کے بعد جب خدا توفیق دے گا تو اس جگہ دینی مدرسہ بنادیا جائے گا، حضرت شیخ رحمہ اللہ مسجد کے سیکریٹری جناب محمد سلیم صاحب صدیقی لکھنوی اور خزانچی حاجی محمد یعقوب کالیہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملے، اپنی تجویز پیش کی اور خواہش ظاہر کی کہ اس خطہ کو آپ کے حوالہ کردیا جائے اور ان سے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ ہمیں آپ سے کسی قسم کی مالی امداد و معاونت نہیں چاہئے، آپ حضرات پر کتابوں کی خرید کا بوجھ ہوگا نہ طلبہ کے وظائف کا، آپ صرف اتنا احسان کریں کہ اس خالی زمین کے ویران ٹکڑے کو آباد کرنے کی اجازت دے دیجئے، کمیٹی کے ارکان نے مدرسہ کے تمام معاملات اور نظم کا معاملہ متفقہ طور پر آپ کے سپرد کردیا۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ جب اس جامع مسجد میں پہنچے تو وہ بالکل ابتدائی حالات میں تھی، صرف سنگِ بنیاد ہی رکھا گیا تھا، وضو خانہ تھا نہ جائے حاجت، گھر تھا، نہ ٹھہرنے کے لائق کوئی کمرہ، ضروریاتِ زندگی اور قیام کی سہولت وہاں موجود نہ تھی، ایک تاجر حاجی علیم الدین جے پوری سے آپ نے تین سو روپے قرض لے کر طلبہ کو تیس روپے ماہوار کے حساب سے ایک ماہ کا وظیفہ تقسیم کیا اور اس طرح سے اس مبارک کام کی ابتداء حضرت شیخ رحمہ اللہ کی حسبِ منشاء محض اللہ کے توکل اور بھروسہ پر ہوئی۔

## مدرسہ اور اس کے شعبہ جات

الحمدللہ! مدرسہ عربیہ اسلامیہ اپنے عہدِ طفولت اور ابتدائی ایام ہی میں اپنی تعلیم، تربیت، بہترین نظم و نسق کی وجہ سے دوسرے مدارس سے ممتاز ہوگیا اور شائقینِ علومِ نبوت کی توجہ کا مرکز اور مرجع بن گیا اور اس وقت اس کے کتب خانہ میں مختلف علوم و فنون کی درسی و غیر درسی، نایاب و قیمتی کتابوں کا لاکھوں روپیہ کا خزانہ موجود ہے، جس میں روزانہ بتدریج اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

مدرسہ میں اس وقت درج ذیل شعبہ جات قائم ہیں:

۱- **درجہ حفظ و تجوید:** جس میں سات اساتذہ کرام تقریباً ۱۶۲ ملکی و غیر ملکی طلباء کو حفظ و تجوید کی تعلیم دینے میں مشغول ہیں۔

۲- **مکتب برائے تعلیم قرآن کریم ناظرہ و قاعدہ:** جس میں آج کل دو معلم صاحبان کام کررہے ہیں اور ایک سو پچاس قوم کے نونہال زیرِ تعلیم ہیں۔

۳- **درجہ اعدادیہ:** جس میں تقریباً پچاس بچے ابتدائی عربی، فارسی پڑھ رہے ہیں اور تحریر و انشاء کی

مشق میں مشغول ہیں۔

۴- درجہ ثانویہ: جس میں درس نظامی کی ابتداء یعنی میزان ومنشعب، قدوری سے ہدایہ، شرح جامی متنبّی، ترجمہ قرآن مکمل، قطبی تک کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔

۵- قسم عالی: جس میں درس نظامی کی ہدایہ اولین، شرح جامی، متنبّی، سلّم سے لے کر صحاح ستہ وغیرہ تک کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور امتحانات پاس کر کے فارغ ہونے پر شہادت حاصل کرتے ہیں۔

۶- درجہ تخصص فی علوم الحدیث: جس میں درس نظامی کے سند یافتہ اعلیٰ نمبروں سے پاس ہونے والے فارغ التحصیل طلباء کو لیا جاتا ہے اور اس درجہ میں اسماءِ رجال، اصولِ حدیث، جرح وتعدیل، مشکلاتِ حدیث، شروحِ حدیث کی چوٹی کی کتابوں کا مطالعہ کرایا جاتا ہے' حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہ اس درجہ کے مشرف ونگران ہیں' طلبہ دو سال تک روزانہ کم از کم نو گھنٹہ کام کرتے ہیں اور ہر سہ ماہی پر ان کا امتحان لیا جاتا ہے' آخر میں ان کے ذوق کے مطابق ان کو ایک منتخب موضوع دیا جاتا ہے، جس پر وہ ایک کتاب یا مقالہ لکھ کر پیش کرتے ہیں اور کامیابی پر تخصص کی سند دی جاتی ہے۔

۷- درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی: اس میں بھی درجہ تخصص فی الحدیث کی طرح فقہ کی عظیم الشان اور بڑی بڑی کتابیں مطالعہ کرائی جاتی ہیں۔ ساتھ ہی فتاویٰ کے جوابات اور قضاء سے متعلق امور کی تربیت دی جاتی ہے اور آخر میں کسی ایک موضوع پر مقالہ لکھنے کو دیا جاتا ہے۔ جس پر شہادت (سند) ملتی ہے۔ اس درجہ کے نگران ومشرف حضرت مولانا مفتی ولی حسن خان صاحب مدظلہ ہیں۔

۸- درجہ تخصص فی الدعوۃ والارشاد: جس میں فارغ التحصیل طلبہ کو مذاہبِ باطلہ سے متعارف کرایا جاتا ہے' ان کی تردید اور دعوت وتبلیغ کے لئے ان کو تیار کیا جاتا ہے' ان حضرات کا بھی ہر سہ ماہی پر مقررہ کتب میں تخصص فی الحدیث اور تخصص فی الفقہ کے طلباء کی طرح امتحان لیا جاتا ہے اور مقالہ لکھنے پر سند دی جاتی ہے۔ مذکورہ تخصص میں طلبہ کو باقاعدہ انگریزی بھی بقدرِ ضرورت سکھائی جاتی ہے' حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی مدظلہ اس شعبہ کے مشرف ونگران ہیں۔

ان تخصصات کے علاوہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ذہن میں درج ذیل تخصصات کا اجراء بھی تھا:

الف...... درجہ تخصص فی علوم القرآن و مشکلاتہ۔

ب...... درجہ تخصص فی الکلام و التوحید و الفلسفۃ۔

ج...... درجہ تخصص فی الأدب و اللغۃ۔

د...... درجہ تخصص فی التاریخ الاسلامی۔

ہ......درجہ تخصص فی العلوم العصریۃ من الاقتصاد والمعیشۃ والسیاسۃ والاجتماع وعلوم الحدیثۃ.

لیکن: و کم حسرات فی بطون المقابر۔

ما کل مایتمنی المرأ یدرکہ

تجری الریاح بما لا تشتھی السفن

تخصص کے تین درجات کا اجراء کرکے ہمارے شیخ نوراللہ مرقدہ نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔فرحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً ونور قبرہ، وبرد مضجعہ.

**۹- دارالتصنیف:** حضرت شیخ رحمہ اللہ نے علمی وتصنیفی کام کے لئے ایک کمرہ دارالتصنیف کی حیثیت سے مخصوص فرمایا تھا، جس میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کے ساتھ دواشخاص مشغول کار تھے، ایک برادر محترم جناب مولانا محمد امین صاحب اورک زئی، فاضل درجہ تخصص فی علوم الحدیث ہیں جو شرح معانی الآثار للطحاوی کی احادیث کی تخریج اور مذاہب کا خلاصہ کررہے ہیں، نہایت اہم اور عظیم الشان کام ہے، بیک وقت فقہ وحدیث کی جلیل القدر خدمت ہے، موصوف پہلی جلد مکمل کرچکے ہیں، آج کل دوسری جلد پر کام کررہے ہیں، ماشاءاللہ موفق ہیں۔اللہ تعالیٰ مزید توفیق، برکت وہمت دے۔

دوسرا فرد یہ ناچیز راقم الحروف ہے، جس کے ذمہ حضرت شیخ قدس سرہ نے ”لب اللباب فیما یقولہ الترمذی وفی الباب“ کا کام لگایا ہے۔(اس پر بحث مستقل مقالہ میں دیکھئے)۔

اس کمرہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس میں بیٹھ کر حضرت شیخ قدس سرہ نے معارف السنن جلد سادس کے کچھ ابواب،عوارف المنن کا معتد بہ حصہ اور کئی کتابوں پر تحقیق ومقدمے تحریر فرمائے۔

**۱۰- دارالافتاء:** جس میں چار حضرات مستقل کام کررہے ہیں، دنیا بھر کے مختلف ممالک اور پاکستان کے گوشہ گوشہ سے آنے والے سوالات کے جوابات دیئے جاتے ہیں، علاوہ ازیں روزانہ بیسیوں حضرات اپنے سوالات کے زبانی جوابات حاصل کرتے ہیں، اس کے صدر حضرت مولانا مفتی ولی حسن خان صاحب ٹونکی ہیں، حضرت شیخ رحمہ اللہ ان سے بہت محبت فرماتے تھے، ان کے مشورہ کا بہت خیال رکھتے اور ان کی بات کو کبھی رَدّ نہ فرماتے تھے، اس وقت حضرت شیخ قدس سرہ کی جگہ موصوف ہی شیخ الحدیث ہیں۔

**۱۱- ماہنامہ بینات:** مدرسہ سے ایک مجلّہ ماہنامہ ”بینات“ کے نام سے شائع ہوتا ہے جو الحاد وزندقہ اور بے دینی کے خلاف ہمیشہ سینہ سپر اور دینِ اسلام کی طرف سے مدافعت کے لئے ہر وقت مسلح رہتا ہے، فتنۂ پرویزیت کے قلع قمع کرنے میں ”بینات“ ہی منفرد پرچہ تھا، جس نے سینہ سپر ہوکر اس ناسور کو کاٹ پھینکا۔کافی

عرصہ سے آخری ایام تک اداریئے حضرت شیخ قدس سرہ ہی تحریر فرماتے رہے جو ''بصائر وعبر'' کے نام سے شائع ہوتے تھے اور جو واقعی ''بصائر وعبر'' تھے۔ ان پر کام شروع ہو چکا ہے اور انشاء اللہ جلد ہی یہ زیور طبع سے آراستہ ہو کر کتابی صورت میں ہدیۂ ناظرین کر دیئے جائیں گے۔

ہمارے شیخ قدس اللہ سرہ العزیز کو اللہ تعالیٰ نے نہایت پاکیزہ اور اعلیٰ اوصاف سے نوازا تھا' طلبہ کی راحت و آرام کا بہت خیال رکھتے تھے' بہتر مطبخ، کھانے پینے کی عمدہ اشیاء، عمدہ و صاف ستھری جگہ، ٹھنڈے پانی کے کولر، صاف ستھرے کشادہ، روشن اور آرام دہ کمرے، دوا اور علاج کے مصارف، ماہانہ وظیفہ الگ، صبح ناشتہ کا خصوصی انتظام۔ غرضیکہ اپنے بچوں سے زیادہ طلبہ کا خیال رکھنا، یہ سب کچھ ان کی توجہ، عنایت اور طلبہ سے محبت کا بہترین نمونہ ہیں۔

اخلاص و توکل اللہ تعالیٰ نے اتنا اعلیٰ عطا فرمایا تھا کہ فرمایا کرتے تھے کہ: ہمیں کسی سفیر، جلسہ، اشتہار و اعلان کی ضرورت نہیں، جس کا مدرسہ ہے وہ خود چلائے گا' چنانچہ مخلص حضرات خود آکر چندہ دے جاتے تھے، کوئی سفیر تھا' نہ اپیل۔ حتیٰ کہ ہمارے شیخ رحمہ اللہ بعض مرتبہ تو زکوٰۃ دینے والوں سے یہ فرمادیا کرتے تھے کہ: ہمارا سال بھر کا انتظام ہو چکا ہے، آپ کسی دوسرے مدرسہ کو دے دیں۔ بعض مرتبہ خود لے کر کسی دوسرے مدرسہ کو دے دیتے' کتنے مدرسے ایسے تھے جن کی امداد خود ہی فرمایا کرتے تھے، نہ حکومت سے مدد لیتے' نہ اوقاف سے' نہ ہی کسی اور سرکاری و غیر سرکاری ادارہ سے، بھروسا تھا تو صرف خدا کی ذات پر۔ وہی دلوں کو پھیرنے والا ہے' وہ دلوں کو اس طرح پھیر دیتا تھا کہ حیرت ہوتی تھی' لوگ پیسے دے رہے ہیں اور شیخ رحمہ اللہ استغناء سے واپس فرما رہے ہیں کہ ہمیں زکوٰۃ کی ضرورت نہیں' یہ بھی کوئی پیسہ ہے' تمہارا ہم پر کوئی احسان نہیں کہ زکوٰۃ دے رہے ہو' بلکہ ہمارا تم پر احسان ہے کہ ہم تمہارے پیسے کو قبول کرتے ہیں اور صحیح جگہ پر لگاتے ہیں۔ کسی سے فرماتے کہ: یہ زکوٰۃ کا پیسہ اس وقت قبول کریں گے جب کہ اتنی ہی مقدار میں غیر زکوٰۃ کا پیسہ دو' جب وہ صاحب حامی بھر لیتے تو قبول کر لیتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ: ہمارے مدرسہ کی خصوصیات حسبِ ذیل ہیں:

۱- مدرسین حضرات کی تنخواہ اس فنڈ سے دی جاتی ہے جس میں صرف عطیات و تبرعات کا پیسہ ہو' زکوٰۃ و صدقات، تنخواہوں میں قطعاً نہیں دیئے جاتے۔

۲- زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کے اموال صرف طلباء کے وظائف میں لگائے جاتے ہیں' تنخواہ کے لئے اس مد سے قرض نہیں لیا جاتا، نہ حیلۂ تملیک کر کے کسی دوسرے مصرف میں لگایا جاتا ہے۔

۳- ہر ضرورت کی چیز اس کے خاص فنڈ سے خریدی جاتی ہے' اگر تعمیر کی ضرورت ہے تو اس کے نام سے پیسہ آنا چاہئے اور وہ صرف اسی پر خرچ ہوگا۔ کتابیں خریدنا ہیں تو کتابوں کی خرید کے نام سے پیسہ آتا ہے تو اس

سے کتابیں خریدی جاتی ہیں‘ اگر دریاں، قالین، پنکھے وغیرہ خریدنا ہیں تو اس کے نام سے قوم پیسہ دیتی ہے اور یہ چیزیں خریدی جاتی ہیں۔ غرضیکہ جس نام سے جو پیسہ لیا جاتا ہے وہ اسی جگہ پر خرچ ہوتا ہے‘ ایسا نہیں ہوتا کہ پیسہ تعمیر کے نام سے لیا جائے اور اس سے کتابیں خرید لی جائیں یا کتابوں کے نام سے پیسہ حاصل کر کے اس سے پنکھے خریدے جائیں۔

مثال کے طور پر جب دار التصنیف بنا تو ایک صاحب نے اس کے لئے قالین دے دیا، دوسرے صاحب نے الماریاں بنوادیں‘ ایک صاحب نے گھڑی خریدی‘ جب نیا دفتر بنا تو اس کے لئے ایک صاحب نے قالین خرید دیا‘ دوسرے صاحب نے گھڑی لگادی۔ فرمایا کرتے تھے کہ: اللہ کا کام ہے، رسول اللہ ﷺ کا مدرسہ ہے‘ اللہ تعالیٰ اسے اسی طرح چلاتا ہے اور اسی طرح چلاتا رہے گا۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم اپنی نیت خالص کرلیں اور فرمایا کرتے تھے کہ: جو شخص بھی اخلاص سے اس مدرسہ کی خدمت کرے گا‘ اللہ تعالیٰ اس کو اس کا بدلہ دنیا میں بھی دیں گے اور آخرت میں بھی۔ حقیقت یہی ہے کہ من كان لله كان الله له۔ ہمارے شیخ قدس اللہ سرہ‘ اللہ کے ہوگئے تھے، اللہ ان کا ہوگیا تھا اور سارے کام اس طرح چل رہے تھے کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی تھی۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ شروع سے آخر تک اپنے اس اصول پر سختی کے ساتھ قائم رہے اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے روشن مثال چھوڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

**انه علیٰ كل شیءٍ قدير وبالاجابة جدير**

حضرت شیخ قدس سرہ میں تواضع بے انتہاء تھی، نام ونمود اور شہرت سے بہت متنفر تھے‘ باوجود اس کے کہ مدرسہ کے لئے ساری بھاگ دوڑ خود کی، خون پسینہ ایک کیا، بانی، مہتمم، مدیر وشیخ الحدیث سب کچھ خود ہی تھے‘ لیکن کبھی یہ نہ پسند کیا کہ ان میں سے کسی ایک نام سے انہیں پکارا جائے‘ بلکہ اس سے بچنے کے لئے کسی دوسرے کو آگے بڑھادیتے تھے‘ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اس اخلاص، تواضع، اور للّٰہیت کا صلہ دن دونی رات چوگنی ترقی کی صورت میں روز بروز دے رہے تھے‘ آپ کے اسی اخلاص، اسی تواضع اور اسی للّٰہیت کا ثمرہ آج دنیا کے سامنے ”مدرسہ عربیہ اسلامیہ“ کی شاندار عمارت کی شکل میں ہے جو چند سال پہلے ویرانہ تھا۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ ایک مدت سے ”وفاق المدارس العربیہ“ کے صدر تھے۔ ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۹۷۴ء میں آپ کے شدید انکار کے باوجود آپ کو ”مجلس تحفظ ختم نبوت“ کا امیر وقائد منتخب کیا گیا۔ تحریک کے دوران مسلمانوں کی متفقہ ”مجلس عمل تحفظ ختم نبوت“ کی قیادت بھی آپ کے سپرد کی گئی۔ ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء سے مجلس دعوت وتحقیق اسلامی کی بنیاد رکھی اور اس کے صدر وسرپرست رہے۔ کراچی یونیورسٹی کی طرف سے شعبہ

معارفِ اسلامیہ وادبِ عربی کے لئے انتخاب اساتذہ کمیٹی کے رکن مقرر کئے گئے' کثرتِ مشاغل کی بناء پر اس سے مستعفی ہونا چاہا' لیکن قدر دان کہاں ماننے والے تھے' آخر تک منظور نہ کیا گیا۔ یہ سب کچھ اسی اخلاص وللّٰہیت اور تواضع کا ثمرہ تھا۔

## حضرت مولاناؒ اور عالمِ اسلام

قاہرہ کی ''مجمع البحوث الاسلامیہ'' اپنی سالانہ کانفرنس میں شرکت کے لئے ہمیشہ دعوت دیتی رہی اور آپ شرکت کرتے رہے اور اس کے رکن بھی رہے۔ اخیر دنوں میں جب مشاغل زیادہ بڑھ گئے تو شرکت سے معذوری ظاہر کردی۔ جمہوریہ سوریہ (شام) کی اکیڈمی ''المجمع العلمی العربی'' کے پاکستان کی طرف سے ممبر رہے اور اس کے مجلّہ میں امام ترمذی پر نہایت قیمتی اور عمدہ مضمون تحریر فرمایا' جس کی اہلِ فن اور علمائے حدیث نے خوب داد دی۔ مجلس علمی جو کراچی، جوہانسبرگ جنوبی اور گجرات ہند میں قائم ہے' اس کے کراچی کے شعبہ کے اعزازی نگرانِ اعلیٰ رہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو اللہ تعالیٰ نے بین الاقوامی شہرت عطا فرمائی تھی' عالمِ اسلام ان کے دینی رتبہ کا انتہائی احترام کرتا تھا' پاکستان ہو یا ہند، مراکش ہو یا مصر، شام ہو یا سعودی عرب، عراق ہو یا ایران، لیبیا ہو یا حبشہ، اردن ہو یا فلسطین، افریقہ ہو یا امریکہ، غرضیکہ ہر جگہ علمی وعملی لحاظ سے معزز ترین شخصیت شمار ہوتے تھے۔ جب بھی غیر ممالک سے کوئی صاحبِ علم آتا تو وہ حضرت شیخ رحمہ اللہ سے ملنے کے لئے بے تاب رہتا۔ گزشتہ دنوں جب شیخ الازہر ڈاکٹر فحام، ڈاکٹر عبد الحلیم محمود اور توفیق عویضہ پاکستان تشریف لائے تو خصوصی طور پر آپ سے ملے' اسلام آباد سے تعلیمات واوقاف کے سیکریٹریوں نے اس ملاقات کے لئے خصوصی انتظامات کئے' مسجد نبوی اور حرم مکہ کے ائمہ حضرات کی پاکستان آمد کے موقعہ پر وہ حضرات خصوصی طور سے ملے اور حکومت نے اس کا اہتمام کیا' اسی طرح دیگر ممالکِ اسلامیہ کے اہلِ علم اور علمی ادارے حضرت شیخ قدس سرہ کے علم وفضل اور خداداد صلاحیتوں سے استفادہ کے خواہشمند رہتے تھے اور عالم میں جہاں بھی علوم اسلامیہ کا کوئی مرکز موجود ہے' وہاں آپ کے شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد موجود ہیں اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں ان کے علم وفضل وکمال کا اعتراف موجود ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ان اکتیس علمائے کرام میں سے ایک تھے جنہوں نے سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں مختلف مکاتبِ فکر کی متفقہ دستوری نکات مدون کیں۔

۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۸ء میں قاہرہ میں ہونے والی مؤتمر فلسطین میں مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے

مساعدِ خصوصی رہے اور چونکہ مفتی صاحب مدظلہ صاحبِ فراش تھے‘ اس لئے تمام پروگرام اور کارروائیاں، اخباروں میں بیانات ومضامین وغیرہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے قلم سے نکلتے تھے۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ چونکہ خالص علمی اور ٹھوس تحقیقاتی کاموں کو پسند فرماتے تھے‘ اس لئے اپنی ساری عمر اسی پر صرف کی، کبھی نہ دنیاوی کوئی عہدہ قبول کیا اور نہ کسی منصب کو گوارا فرمایا‘ چنانچہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی تجویز پر لیاقت علی خاں مرحوم نے یہ چاہا کہ آپ کو مصر، سعودی عرب یا افغانستان میں سے کسی اسلامی ملک میں نائب سفیر کے عہدہ پر مقرر کر دیا جائے‘ تاکہ عالمِ اسلام میں پاکستان کی صحیح وموثر نمائندگی ہو سکے، مگر شیخ قدس سرہ نے اس عہدہ کو قبول کرنے سے معذوری ظاہر فرما دی۔

## حضرت شیخ اور سلوک

حضرت شیخ قدس سرہ کی یہ ایک نمایاں خصوصیت تھی کہ اللہ کے مقرب بندے اور اولیاء اللہ آپ سے بہت محبت کرتے تھے‘ آپ بھی اہل اللہ کو دل سے چاہتے اور ان کا انتہائی احترام فرماتے تھے‘ چنانچہ جب حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مدظلہ العالی کراچی تشریف لائے تو آپ ان سے بہت عقیدت سے ملے۔ ایک مرتبہ ان سے ملاقات کے لئے تشریف لے جارہے تھے‘ راقم الحروف کو بھی اپنے ساتھ لے گئے‘ شیخ موصوف سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی میں بابو عبدالعزیز مرحوم کی کوٹھی پر قیام پذیر تھے‘ ملاقات ہوئی، میرا تعارف کرایا اور خصوصی دعا کرائی‘ واپسی پر مجھ سے فرمایا: اس دور میں اتنا اونچا شیخ ملنا مشکل ہے‘ ذکر کے آثار وانوارات چہرے پر اتنے ہیں کہ برداشت نہ ہوسکیں‘ نسبت بہت قوی ہے۔ تم ان سے بیعت ہو جاؤ۔ دوبارہ پھر ملاقات کے لئے تشریف لے جارہے تھے‘ مجھے ساتھ لے گئے اور پھر دعا کرائی اور واپسی پر مجھے حکم دیا کہ بیعت ہو جاؤ۔ حضرت شاہ صاحب ادام اللہ ظلہم سے درخواست کی کہ آپ مدرسہ تشریف لائیں اور وہیں قیام فرمائیں اور باصرارِ تمام‘ ان کو سفر سے روک لیا‘ ٹکٹ واپس کرادیئے اور مدرسہ کے مہمان خانہ میں ٹھہرا دیا۔ روزانہ عصر کے بعد کی مجلس میں خود پابندی سے شریک ہوتے اور کھانے میں بھی برابر ہم پیالہ وہم نوالہ ہوتے‘ اس زمانہ میں مدرسہ کے کئی بڑے اساتذہ حضرت الشیخ زید مجدہم سے بیعت ہوئے‘ ان کے قیام سے مدرسہ میں ذکرِ الٰہی کی ایک عجیب کیفیت اور انابت الی اللہ کا ایک عجیب سماں قائم ہو گیا تھا۔

ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ: میں چاہتا ہوں کہ ہمارے مدرسہ میں کوئی نہ کوئی بزرگ ہمیشہ مقیم رہے‘ تاکہ طلباء ظاہری علوم کے ساتھ باطنی علوم بھی حاصل کرتے رہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی سے اخیر عمر میں بہت زیادہ تعلق بڑھ گیا تھا، وہ

بھی حضرت شیخ رحمہ اللہ کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے اور دعائیں کرتے رہتے تھے‘ اس خصوصی تعلق کے بعد ان کی جو کتاب چھپی‘ انہوں نے اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ سے مقدمہ لکھنے کی فرمائش کی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر مقدمہ لکھا۔ کراچی جب تشریف لاتے تو مدرسہ ضرور تشریف لاتے اور حضرت شیخ رحمہ اللہ سے مل کر بہت خوش ہوتے‘ حضرت شیخ رحمہ اللہ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ برادرم مولوی سید محمد بنوری سے ان کو اور محمد بنوری کو ان سے بہت زیادہ محبت ہے‘ جب پاکستان تشریف لاتے اور مدرسہ آتے ہیں تو ان کے کمرہ میں ہی صبح سے شام تک قیام رہتا ہے۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ جب حج کے لئے تشریف لے گئے تو قطبِ عالم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز‘ حضرت مولانا محمد شفیع الدین نگینوی مہاجر مکی رحمہ اللہ سے بیعت ہو گئے اور انہوں نے اجازت سے بھی مشرف فرمایا اور فرمایا کہ: ہند میں مولانا حسین احمد مدنی یا مولانا اشرف علی تھانوی دونوں میں سے کسی سے رابطہ کرلیں‘ چنانچہ حضرت شیخ رحمہ اللہ ہند واپس آکر شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ کے فیضِ صحبت سے مستفید ہوتے رہے، ساتھ ہی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے بھی رابطہ رہا اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بھی اپنا مجاز بیعت اور خلیفہ مقرر فرمایا اور اپنے خلفاء میں نام بھی شائع کرایا۔ موجودہ زمانہ کے جتنے مشائخ وعلماء کبار کو دیکھا‘ سب کو حضرت شیخ رحمہ اللہ سے بہت زیادہ محبت کرتے پایا۔

## حضرت شیخ رحمہ اللہ کے اسفار

حضرت مولانا رحمہ اللہ کے اسفار کی فہرست بہت طویل ہے‘ آپ کا اصل سفر حرمین شریفین کا ہوا کرتا تھا‘ ہر سال رمضان میں عمرہ اور ذوالحجہ میں حج کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ: ہم تیل‘ پانی لینے جاتے ہیں‘ تاکہ سال بھر آسانی سے گاڑی چلتی رہے۔ ۱۹۶۷ء میں مکہ مکرمہ میں پہلا اعتکاف کیا اور فرمایا: قرآن کریم کی آیت: ﴿وعهدنا إلى إبراهيم وإسماعيل أن طهرا بيتي للطائفين والعاكفين والركع السجود﴾ میں حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کو حکم دیا گیا ہے کہ بیت اللہ کو‘ طواف کرنے والوں، معتکفین اور نماز پڑھنے والوں کے لئے پاک وصاف رکھیں‘ اس لئے میرے ذوق کا تقاضہ یہ ہے کہ اعتکاف کی ابتداء مکہ مکرمہ سے کی جائے‘ اس لئے میں نے پہلا اعتکاف مسجد حرام میں کیا اور آئندہ سال انشاء اللہ مسجد نبوی میں اعتکاف کریں گے‘ چنانچہ اس کے بعد سے دارِفانی سے کوچ کرنے تک‘ سوائے ایک سال کے ہمیشہ مسجد نبوی میں اعتکاف کرتے رہے۔

باوجود پیرانہ سالی کے، ضعف اور گھٹنوں کے شدید درد کے‘ مجاہدہ کی یہ حالت تھی کہ جوانوں کو رشک آتا

تھا۔ سفر ہو یا حضر، تندرستی ہو یا بیماری، جب دیکھو فجر سے دو ڈھائی گھنٹہ پہلے اپنے رب کے دربار میں حاضری دے رہے ہیں۔ کبھی گڑگڑا کر آہ وبکا کے ساتھ ملک وملت کے لئے دعائیں ہورہی ہیں تو کبھی ترنم اور خاص کیف وسوز سے تلاوتِ قرآن کریم جاری ہے‘ کتنے ہی بیمار ہوں لیکن کیا مجال کہ صلوٰۃ اللیل چھوٹ جائے‘ قیام اللیل میں کوئی کمی آجائے، مناجات باری میں کوئی فرق پڑ جائے‘ صبح صادق سے پہلے ہی مسجد نبوی میں پہنچ جانا، نہایت ادب واحترام سے روضہ اقدس پر حاضری دینا، روضة من ریاض الجنة میں عبادت وتلاوت میں مشغول رہنا قابلِ دید تھا‘ قلوب کے میلان کی یہ حالت تھی کہ جو شخص دیکھتا، نہایت محبت واحترام سے ملتا‘ نہ معلوم کیسی مقناطیسی کشش تھی جو لوگوں کو خود بخود اپنی طرف کھینچے چلی جاتی تھی۔ مصری ہو یا ترکی، شامی ہو یا اردنی، عراقی ہو یا لیبی، یمنی ہو یا فلسطینی، مغربی ہو یا انڈونیشی، نائیجریا کا ہو یا نیجر کا، افریقہ کا ہو یا امریکہ کا، کالا ہو یا گورا، جسے دیکھو زانوئے ادب طے کرتا ہوا حاضر ہورہا ہے اور شرفِ تخاطب سے اپنے آپ کو سعید بنا رہا ہے‘ یہی وہ قبولیت ہے جس کا تذکرہ حدیث نبوی ”ثم یوضع له القبول فی الارض“ میں آتا ہے۔

مکہ مکرمہ میں دیکھئے تو اور عجیب شان تھی‘ حرم پاک میں حاضری دے رہے ہیں‘ نہایت ادب واحترام اور خشوع وخضوع سے بیت اللہ کا دیدار ہورہا ہے‘ قدم آگے بڑھ رہے ہیں‘ اب مطاف میں پہنچ چکے ہیں‘ حجر اسود کے سامنے اس طرح سے کھڑے ہیں کہ صحیح محاذاۃ ہوجائے۔ فرمایا کرتے تھے کہ: لوگ طواف میں ابتداء کا خیال نہیں رکھتے‘ حجر اسود سے ذرا بھی آگے بڑھ گئے تو شوط پورا نہ ہوگا اور طواف درست نہ ہوگا۔ فرمایا کرتے تھے کہ: اس طرح سے کھڑا ہونا چاہئے کہ بیت اللہ کے سامنے جس طرف حجرِ اسود ہے‘ اپنا داہنا مونڈھا حجر اسود کے بائیں کنارے کے مقابل ہو اور حجرِ اسود داہنی طرف رہے، پھر طواف کی نیت سے ذرا سا چلیں کہ سارا جسم حجرِ اسود کے سامنے آجائے‘ تب طواف شروع کریں۔ راقم الحروف نے خود دیکھا کہ خواہ بھیڑ کم ہو یا زیادہ‘ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کا بہت زیادہ اہتمام فرمایا کرتے تھے‘ دورانِ طواف خواہ کتنا ہی رش ہو‘ لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کا طواف کچھ اس طرح سے ہوتا کہ نہ کسی سے مزاحمت نہ کسی سے ٹکر، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مجمع خود بخود ان کے لئے راستہ بنا رہا ہے، یا کوئی فرشتہ مجمع کو سامنے سے ہٹا رہا ہے۔ یہ کوئی ایک مرتبہ کی بات نہیں‘ بلکہ بارہا کا مشاہدہ ہے، صرف میرا ہی نہیں‘ بلکہ سینکڑوں آنکھوں نے اس کا نظارہ کیا ہے۔

طواف ختم کرکے ملتزم پر بیت اللہ کی چوکھٹ سے چمٹ کر غلافِ کعبہ پکڑ کر دعائیں مانگنے اور خدا سے مانگنے اور لینے کا انداز، اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑانے اور رونے کا طریقہ، یہ سب چیزیں الفاظ سے تعبیر نہیں کی جاسکتیں:

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

مقامِ ابراہیم پر دیکھئے تو کچھ اور ہی شان ہے' میزابِ رحمت کے نیچے بیٹھے ہیں تو معلوم ہوتا کہ آپ پر رحمت الٰہی کی بارش ہو رہی ہے' بیت اللہ کے سامنے بیٹھے تلاوتِ کلام اللہ میں مشغول ہیں' تو محسوس ہوتا کہ واقعی اپنے رب سے ہم کلام ہیں' اللہ' اللہ' کیا غضب کا سوز تھا ان کی تلاوت میں' کیا عجیب کیف تھا ان کے دعاؤں کے مانگنے میں اور کیا لذت تھی ان کے اوراد کے سننے میں اور کیسا مزہ آتا تھا ان کے اشعار کے سننے میں۔

ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں اعتکاف کے دوران بندہ نے عرض کیا کہ: آپ نفلوں میں مجھے اپنا مقتدی بنالیا کریں۔ میرا مقصد یہ تھا کہ آپ کی تلاوت سے محظوظ ہوں۔ فرمایا: اچھا۔ اس کے بعد سے صلوٰۃ اللیل میں آپ امام ہوتے اور میں مقتدی۔ سبحان اللہ کیا دور تھا، کیسا سوز تھا ان کی آواز میں' دل چاہتا تھا کہ کبھی تلاوت ختم ہی نہ ہو' مجھے بچپن سے ہی اپنے شیخ قدس سرہ کی تلاوت میں بہت لطف آتا تھا' آپ کچھ اس انداز اور سوز و درد سے تلاوت فرماتے تھے کہ مجھے آپ کی تلاوت سننے کا شوق پیدا ہو گیا تھا اور جی چاہتا تھا کہ خوب طویل قرأت ہو اور صرف قرآن کریم کی تلاوت سننے کے لئے جمعہ' میں ہمیشہ آپ کے پیچھے پڑھا کرتا تھا۔

حرمین شریفین کے علاوہ حضرت شیخ قدس سرہ نے کئی مرتبہ قاہرہ، مصر کا بھی سفر کیا۔ پہلا سفر مجلس علمی کی کتابوں ''نصب الرایۃ'' اور ''فیض الباری'' کی طباعت کے سلسلہ میں ہوا تھا اور اس کے بعد مجمع البحوث الاسلامیہ کی کانفرنسوں میں شرکت کرنے کے لئے۔ اسی طرح آپ نے شام، لبنان، اردن، فلسطین، عراق، لیبیا، ترکی، ایران، افغانستان، ہندوستان، تنزانیہ، ساؤتھ افریقہ، سوئٹزرلینڈ، اسپین وغیرہ بلادِ عالم کا سفر بھی کیا اور ہر ملک آپ کے قدوم سے سرفراز ہوا۔

اکثر بلادِ اسلامیہ سے آپ کے پاس دعوت نامے آتے رہتے تھے، لیکن کثرتِ مشاغل اور ذمہ داریوں کی زیادتی کی وجہ سے عموماً سفر نہ فرماتے تھے' لیکن اگر کوئی اہم دینی ضرورت محسوس فرماتے تو خواہ کتنے ہی علیل ہوں، سفر میں تاخیر نہ فرماتے۔ چنانچہ پچھلے دنوں ختم نبوت کے سلسلہ میں بلادِ افریقہ اور لندن وغیرہ کا سفر کیا' گھٹنے اس کے متحمل نہ تھے، لیکن پھر بھی ہمت جوانوں اور صحت مندوں سے کہیں زیادہ تھی۔

۱۹۷۴ء میں تحریک تحفظ ختم نبوت کے دوران، جس کی ابتداء آپ کے شیخ امام العصر مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے کی تھی، جب پاکستان میں لطیفہ غیبیہ سے یہ تحریک اچانک شروع ہوئی تو باوجود ضعف، پیرانہ سالی اور گھٹنوں کے درد کے روزانہ کئی کئی جلسے اور میلوں کا سفر کیا۔ پاکستان کے تمام مختلف مکاتب فکر اور پوری قوم نے مجلس عمل کے لئے اپنا متفق قائد و رہنما تسلیم کیا اور آپ کے اخلاص، استقامت وللّٰہیت، فراست وحسن تدبیر کی برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ کے ختم کرنے کا سامان مہیا فرما دیا اور قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر اس فرقہ ملعونہ اور شجرۂ خبیثہ کو جو ملت اسلامیہ کے لئے ناسور کی حیثیت رکھتا تھا' جڑ سے کاٹ کر پھینک دیا اور اس طرح سے

امام العصر رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید نے اس کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی۔

## عادات وشمائل

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے اوصاف اتنے بے شمار ہیں کہ جن کو احاطۂ تحریر میں لانا مشکل ہے، یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ایک بہترین نمونہ اور یوسف ثانی بنایا تھا۔ ظاہری محاسن واوصاف دیکھیں تو‘ اور باطنی خصائل واوصاف دیکھیں تو‘ کسی نے سچ کہا ہے:

ولیس علی اللّٰہ بمستنکر

أن یجمع العالم فی واحد

نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں احادیث شریفہ میں آتا ہے: من رآہ بدیھۃ ھابہ

جو شخص نبی کریم ﷺ کو یکایک دیکھتا تو ڈر جاتا اور مرعوب ہوجاتا اور جو ساتھ رہتا، آپ ﷺ سے محبت کرنے لگ جاتا تھا۔ بالکل اسی کا نمونہ ہمارے شیخ رحمہ اللہ بھی تھے‘ دور سے دیکھنے والے یہ سمجھا کرتے تھے کہ بڑے جلالی ہیں‘ لیکن جو ساتھ رہ لے، خادم بن جائے یا کسی کو رفاقت میسر آجائے تو اس سے پوچھئے کہ کیا تھے اور کیسے تھے۔ خواہ معمولی سا خادم ساتھ ہو، یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی برابر کے آدمی سے باتیں کررہے ہیں اور خادم نہیں‘ بلکہ دوست ہے، اپنے ساتھی کا اس درجہ خیال رکھتے تھے کہ اسے شرم آنے لگتی:

نہیں ممکن ادا ہو حق تری بندہ نوازی کا

اگر انساں سراپا بھی زبانِ شکر بن جائے

سخی اور فیاض اس درجہ کے تھے کہ فرزدق کا مندرجہ ذیل شعر:

ماقال لاقط إلا فی تشھدہ — لولا التشھد کانت لاؤہ نعم

آپ پر صادق آتا تھا‘ کسی نے کوئی چیز مانگی یا کوئی فرمائش کی‘ یاد نہیں پڑتا کہ اسے کبھی رد کیا ہو۔ طالب علمی کے زمانہ میں ایک مرتبہ صحیح بخاری کا درس دے کر گھر جارہے تھے کہ ایک خادم پیچھے ہولئے‘ آہٹ پاکر مڑے، پوچھا کیا بات ہے؟ عرض کیا: کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا: کیا بات ہے؟ کہا کہ: بیٹھک میں بات کرنی ہے۔ فرمایا: چلئے۔ ساتھ لے گئے۔ تشریف فرما ہوکر استفسار فرمایا کہ: کیا بات ہے؟ عرض کیا: مجھے آپ کا ایک جوڑا چاہئے۔ یہ سنا، اٹھے اور الماری سے دھلا ہوا جوڑا لاکر دینے لگے‘ انہوں نے کہا: یہ نہیں، مجھے تو یہ جوڑا چاہئے جو آپ پہنے ہوئے ہیں۔ نہایت شفقت سے فرمانے لگے: اس کی کیا ضرورت ہے؟ انہوں نے کہا کہ: بس مجھے تو یہی چاہئے۔ اچھا پرسوں آجایئے (جس دن وہ کپڑے اتارنا تھے)۔ وہ اس روز گئے تو پورا جوڑا ان

کے حوالہ کر دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کو حاصل کر کے جو خوشی مجھے حاصل ہو رہی تھی اسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ چند روز بعد نا معلوم ان کو کیا سوجھا کہ انہوں نے عرض کیا کہ ایک دھلا ہوا جوڑا بھی عنایت فرما دیجئے۔ چنانچہ شیخ قدس سرہ نے بلا کسی تامل کے وہ بھی عطا فرما دیا جو آج تک ان کے پاس اسی طرح محفوظ ہے۔ صرف ایک جوڑا کپڑا ہی کیا جب بھی کسی چیز کے بارے میں کسی شخص نے سوال کیا فوراً اس کو وہ چیز دے دی۔ غرضیکہ ہر موقع پر اور ہر جگہ آپ دوسروں کو فائدہ پہنچاتے رہے اور جب بھی کسی نے ان کے ساتھ کوئی حسنِ سلوک کیا' وہ کسی نہ کسی طریقہ سے اس کی مکافات فرما دیا کرتے تھے، بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ۔

مہمان نواز اس درجہ کے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ ان کی طبیعتِ ثانیہ اور روحانی غذا ہے' مہمانوں سے نہایت تواضع، عزت واحترام کے ساتھ پیش آتے تھے اور آنے والے کے اعزاز وتکریم میں بچھے جاتے تھے۔

وإني لعبد الضيف مادام نازلا　　　　وما شيمة لي غيرها تشبه العبدا

طبیعت میں نفاست بہت زیادہ تھی' ہمیشہ سفید براق کپڑے، صاف ستھرا لباس، عمدہ قسم کا جبہ، سر پر دیدہ زیب رومال یا صافہ، صرف لباس ہی کیا ہر چیز میں نفاست کی یہی حالت تھی' سالوں آپ کے پاس استعمال ہونے والی کتابیں ایسی صاف ستھری ہوتی تھیں کہ گویا نئی ہیں، ابھی استعمال ہی نہیں ہوئیں، نہ کتاب کھولنے کے نشان' نہ انگلی لگنے کے، مستعمل لباس کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ: یہ اتنا پرانا ہے اور اتنا قدیم ہے، لیکن دیکھئے تو ایسا معلوم ہو کہ جیسے بالکل نیا ہے' ابھی کسی نے استعمال ہی نہیں کیا۔ حال ہی میں بندہ کو ایک اعلیٰ درجہ کا شیفر قلم عنایت فرمایا اور فرمایا کہ: یہ چالیس سال استعمال کیا ہوا ہے۔ لیکن دیکھنے میں آج بھی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بالکل نیا ہے۔ غرضیکہ ہر چیز کو اتنے اچھے طریقہ سے استعمال فرماتے تھے کہ باوجود طویل زمانہ گزرنے کے یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ یہ پرانی چیز ہے، شب وروز استعمال ہونے والی اشیاء کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ: میرے پاس چیزیں بہت دنوں تک چلتی ہیں۔

طبیعت میں ایسی نزاکت تھی کہ غلط چیز دیکھنا برداشت نہ ہوتا تھا' دسترخوان اگر ذرا ترچھا بچھا دیا جائے تو فوراً اس پر تنبیہ فرماتے۔ چائے کا چمچہ اگر کوئی غلط چلا رہا ہے تو اس سے ناگواری ہوتی تھی' وفات سے کچھ روز قبل ایک صاحب کا انتقال ہوا' جنازہ میں شریک ہوئے' قبرستان جانے لگے تو ہم سے آگے والی موٹر کا ڈرائیور گاڑی صحیح نہیں چلا رہا تھا' کبھی اِدھر' کبھی اُدھر۔ نہ اگلی گاڑی سے آگے بڑھتا نہ صحیح طور سے اس کے پیچھے چلتا۔ یہ دیکھ کر طبیعت پر اثر ہوا۔ فرمانے لگے: عجیب ڈرائیور ہے، گاڑی بھی چلانی نہیں آتی۔ میں نے اپنی گاڑی کے ڈرائیور سے کہا کہ گاڑی اس سے آگے کرلو' جب ہم اس سے آگے ہو گئے تو سکون ہوا۔

حضرت شیخ قدس سرہ اہلِ زیغ اور ملاحدہ وزنادقہ کے لئے تیغ بے نیام اور سیف اللہ المسلول تھے' غلط

بات ہرگز برداشت نہ کرتے تھے، دنیاداروں کے سامنے نہایت خوددار، غیور تھے۔ حق کے معاملہ میں کسی قسم کی نرمی یا سہل انگاری اور مصلحت بینی کو اچھا نہیں سمجھتے تھے، مداہنت سے طبعاً نفرت تھی، علماء، صلحاء اور صوفیاء کے ساتھ نہایت تواضع اور انکساری سے پیش آتے تھے، ان کا نہایت ادب کرتے تھے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا حضرت شیخ رحمہ اللہ مرید ہیں اور وہ کوئی شیخِ طریقت۔

## اجازتِ حدیث

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کو حدیث کی اجازت درج ذیل مشائخ ومحدثین سے حاصل تھی:

۱- امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ(۱)۔

۲- حضرت مولانا عبدالرحمٰن امروہوی رحمۃ اللہ علیہ۔

۳- حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔

۴- حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ۔

۵- حضرت مولانا عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ۔

۶- الشیخ حسین بن محمد الطرابلسی رحمۃ اللہ علیہ۔

۷- الشیخ العلامۃ محمد زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ۔

۸- الشیخ عمر حمدان المقدسی المالکی رحمۃ اللہ علیہ۔

۹- الشیخ محمد بن حبیب اللہ بن مایأبی الجکنی الشنقیطی رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۰- الشیخ خلیل الخالدی المقدسی رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۱- شیخہ امۃ اللہ بنت الشیخ الشاہ عبدالغنی مہاجرہ مکہ مکرمہ۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے ان مشائخ کے سلسلہ سند کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، اس کے لئے ان مشائخ کے ''اثبات'' کی مراجعت کی جائے۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کے علمی مقام سے دنیا واقف تھی، اس لئے بڑے بڑے حضرات ان سے اجازتِ حدیث حاصل کرنے کے متمنی رہتے تھے، غیر ملکی حضراتِ علماء میں سے مشہور حضرات یہ ہیں:

---

(۱) یہاں یہ ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا سلسلۂ سند حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی اور ان کا حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور ان کا شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ سے، اسی طرح ایک دوسرا سلسلہ شیخ الہندؒ سے براہ راست شاہ عبدالغنیؒ سے، ایک اور سلسلہ سند مولانا محمد اسحٰق کشمیریؒ سے، ان کا شیخ محمود آلوسیؒ مصنف ''روح المعانی'' سے۔

۱- شیخ سلیمان بن عبدالرحمٰن الصنیع۔ مکہ مکرمہ کے ھیئة الامر بالمعروف ونھی عن المنکر کے رئیس۔

۲- محدثِ جلیل شیخ حسن المشاط المالکی۔ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے سابق استاذ۔

۳- شیخ ابراہیم الختنی مہاجر مدنی۔

۴- شیخ عبدالعزیز عیون السود الحمصی السوری۔

۵- شیخ علی مراد الحموی۔

۶- شیخ عبدالفتاح ابوغدہ۔

## حضرت شیخ رحمہ اللہ اور درس وتدریس

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی ساری عمر ہی درس وتدریس میں گذری اور تقریباً ہر فن کی کتابیں آپ کے زیرِ درس رہیں، لیکن دوفن آپ نہایت دلچسپی اور ذوق وشوق سے پڑھایا کرتے تھے، ایک تفسیر، آپ حقیقی معنوں میں شیخ التفسیر تھے، قرآنِ کریم کے نکات واسرار اس طرح بیان فرماتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ الہام ہورہا ہے، آپ کے ذوق کا دوسرا خاص فن ہے، جس میں آخری ایام تک مسلسل مشغول رہے، وہ علمِ حدیث ہے۔ صحاح ستہ نہایت اہتمام سے خوب تحقیق وتدقیق کے ساتھ زیرِ درس رہی ہیں۔

فنِ حدیث میں آپ ابتداء ہی سے اتنے ممتاز تھے کہ جامعہ ڈابھیل میں جامع ترمذی کے بارے میں یہ مسئلہ کھڑا ہوا کہ کس کے پاس رکھی جائے، تین حضرات میں سے کسی ایک کو دینا تھی، تینوں پایہ کے عالم اور چوٹی کے مدرس تھے، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب امروہوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے حضرت شیخ رحمہ اللہ۔ طے یہ پایا کہ طلبہ سے رائے لی جائے، ووٹ ڈالے گئے تو مولانا امروہوی کے حق میں سات، مولانا میرٹھی کے حق میں تین اور ہمارے شیخ رحمہ اللہ کے حق میں ستائیس ووٹ آئے۔ صحیح بخاری آخر دم تک پڑھاتے رہے، جامع ترمذی ایک طویل مدت تک نہایت تحقیق سے پڑھائی، سنن ابی داؤد کا محققانہ ومدققانہ درس آج تک طلبہ کی زبانوں پر ہے، اسی طرح صحیح مسلم، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، موٴطا مالک، موٴطا محمد، مقدمہ ابن صلاح وغیرہ بھی زیرِ درس رہی ہیں۔

ایسا تو کئی مرتبہ ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جامع ترمذی اور صحیح بخاری ایک جماعت کو پڑھائی اور ایسا بھی ہوا کہ ترمذی اور ابوداؤد بھی ایک ہی جماعت نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی، لیکن خوش قسمتی سے یہ شرف صرف ہماری جماعت کو ہی حاصل ہے کہ اس نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ سے ایک سال میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ یعنی صحاح ستہ میں سے چار کتابیں پڑھی ہیں۔

ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم

لیکن راقم الحروف کا وہی حال رہا۔

تہیدستان قسمت راچہ سوداز رہبرِ کامل

کہ خضراز آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندررا۔

تاہم دامنِ شیخ رحمہ اللہ سے وابستہ رہ کر امیدوار ہوں کہ:

أحب الصالحین ولست منهم

لعل اللّٰہ یرزقنی صلاحا

## حضرت شیخ رحمہ اللہ اوران کی تصانیف

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی تصانیف سب عربی میں ہیں‘ جو عربی ادب کا شاہکار ہیں، آپ کی تصانیف اہلِ عرب پڑھ کر حیرت میں رہ جاتے تھے کہ ایک غیر اہلِ لسان بھی اتنی اعلیٰ عربی لکھ سکتا ہے‘ آپ نے اپنی تمام تالیفات میں اسلوبِ تحریر بالکل اچھوتا و منفرد رکھا تھا‘ دوسروں کی عبارتیں نقل کرنے کے بجائے اپنے الفاظ میں ان کا خلاصہ اس طرح نکالتے تھے کہ اصل عبارت سے کم جگہ میں اس شرط کے ساتھ کہ اس میں سے کچھ رہ بھی نہ جائے اور سمجھنے میں کوئی دقت بھی نہ ہو۔ فرمایا کرتے تھے کہ: مجھے اردو سے زیادہ عربی میں لکھنا آسان معلوم ہوتا ہے اور حقیقت بھی یہی تھی کہ قلم ہاتھ میں لیا اور بلا تکلف لکھنا شروع کر دیا‘ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ اِدھر لکھا‘ اُدھر پریس میں چھپنے چلا گیا اور دوبارہ دیکھنے کا موقع تک نہ آیا۔ معارف السنن جیسی خالص علمی اور اہم کتاب کی چھٹی جلد چھپ رہی تھی، جلد مکمل نہ ہوئی تھی کہ مسودہ ختم ہوگیا‘ عرض کیا گیا تو باقی ماندہ ابواب پر لکھنا شروع کر دیا۔ اِدھر آپ لکھتے اُدھر ہم اسے پریس بھیج دیتے۔ آپ کو اتنا موقعہ بھی نہ ملتا تھا کہ اس کی دوبارہ مراجعت کرلیں۔ بہر حال یہ مستقل موضوع ہے۔ ہم توسرِ دست آپ کی تالیف کی تعداد اور نام آپ کو بتائے دیتے ہیں:

۱- بغیة الأریب فی مسائل القبلة والمحاریب:

اپنے موضوع پر عربی میں منفرد کتاب ہے‘ قاہرہ سے ۱۳۵۷ھ میں شائع ہو چکی ہے‘ آج کل نایاب ہے‘ عنقریب دوبارہ زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر ناظرین کے ہاتھوں میں ہوگی۔ انشاء اللہ۔

۲- نفحة العنبر فی حیاة امام العصر الشیخ محمد انور:

اپنے محبوب شیخ کے علمی کمالات وحالات، علمی مزایا وخصوصیات، اشعار، علماء واکابر کی ان کے بارے میں رائے، ان کے فضائل وکمالات کا مرقع اس کتاب میں نہایت عمدہ عربی ادب میں پیش کیا ہے‘ چنانچہ علمائے

عرب نے اس کی بہت قدر کی۔ ایک چوٹی کے عالم نے آپ کو لکھا: قرأت کتابک فسجدت لبیانک
یہ کتاب پہلی بار دہلی میں ۱۳۵۳ھ میں شائع ہوئی تھی، دوبارہ پاکستان میں ٹائپ سے بہترین شکل میں ۱۳۸۹ھ میں شائع ہوچکی ہے۔

**۳۔ یتیمة البیان فی شئی من علوم القرآن:**

علوم قرآن پر ایک بے نظیر علمی شاہکار ہے جو دراصل امام العصر مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی کتاب مشکلات القرآن کا مقدمہ ہے۔ ۱۹۳۶ء میں دہلی سے اور بارِ ثانی ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۹۷۶ء میں مستقل کتابی صورت میں عمدہ کاغذ، دیدہ زیب طباعت، ٹائپ سے کراچی میں شائع ہوچکی ہے۔

**۴۔ معارف السنن شرح سنن الترمذی:**

جامع ترمذی کی بے نظیر محققانہ شرح ہے، چھ جلدوں میں کتاب المناسک تک ہوئی ہے، کتاب الجنائز سے آخر تک کا حصہ باقی رہ گیا ہے، افسوس! یہ کتاب مکمل نہ ہوسکی، ورنہ علومِ نبوت کے شائقین اور حدیث کے پڑھانے والوں کے لئے بے بہا ذخیرہ ہوتی، عرصہ دراز سے فرمایا کرتے تھے کہ اس کو پورا کرنا ہے لیکن:

ما کل ما یتمنی المرأ یدرکه
تجری الریاح بما لا تشتهی السفن

کچھ دنوں دارالتصنیف میں بیٹھ کر معارف السنن کی چھٹی جلد کے اخیر ابواب مکمل کئے، معارف السنن کے مقدمة عوارف المنن پر کچھ کام کیا، لیکن پھر گھٹنوں کی تکلیف کی وجہ سے اوپر چڑھنا دشوار ہوگیا اور معطل ہوگیا اور:

**وکم حسرات فی بطون المقابر**

حسرت حسرت ہی رہی اور اس طرح یہ کتاب نامکمل رہ گئی، اس کتاب کی اہمیت وافادیت، منزلت و مکانت کو دیکھتے ہوئے مصر کی مجمع البحوث الاسلامیہ نے اسے اپنے یہاں سے بھی شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔
''معارف السنن'' ایک مرتبہ چھپ کر نایاب ہوچکی ہے، ایچ ایم سعید ایجوکیشنل پریس والوں نے پہلا جزء دوبارہ شائع کردیا ہے، باقی اجزاء انشاء اللہ جلد ہی دوبارہ ہدیۂ ناظرین کئے جائیں گے۔

**۶۔ عوارف المنن مقدمہ معارف السنن:**

مستقل کتابی صورت میں ایک جلد پر مشتمل ہے، دو تہائی حصہ مکمل ہوچکا ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اسے چھاپنا شروع کردو، ساتھ ساتھ مکمل کردوں گا اور میں مشاغل کو دیکھتے ہوئے عرض کرتا کہ پہلے مکمل فرمالیں، پھر پریس میں بھیجیں گے اور اس طرح سے یہ خواب بھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔ ارادہ ہے کہ اس کا باقی ماندہ حصہ مکمل کراکے شائع کردیا جائے۔

**۷۔ الأستاذ المودودی وشیٔ من حیاته وأفکاره:**

اس کتاب میں حضرت شیخ رحمہ اللہ نے مودودی صاحب کے ان غلط نظریات وافکار کو پیش کیا ہے جن سے عام لوگ ناواقف ہیں اور جو ان کے ایمان خراب ہونے کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ شیخ رحمہ اللہ شفقۃً علی الخلق چاہتے تھے کہ لوگ جہنم سے بچ جائیں اور مودودی صاحب اپنی اخیر عمر میں تائب ہوکر اپنے انجام کی فکر کریں۔ اس کتاب کے دو حصے شائع ہوچکے ہیں، تیسرا حصہ زیرِ تالیف ہے۔

اس کے علاوہ بہت سی کتابوں پر شیخ قدس سرہ کے قلم سے علمی وتحقیقی مقدمات ہیں جن میں سے مشہور درج ذیل ہیں:

۱-مقدمہ فیض الباری علی جامع البخاری۔

۲-مقدمہ نصب الرایة لتخریج احادیث الهدایة۔

۳-مقدمہ مقالاتِ کوثری۔ یہ تینوں مقدمات مصر سے شائع ہوچکے ہیں۔

۴-مقدمہ عقیدة الاسلام. نزل اهل الاسلام بنزول عیسیٰ علیه السلام۔

۵-مقدمہ عبقات (مصنف شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ)

۶-مقدمہ إکفار الملحدین فی ضروریات الدین (تالیف امام العصر رحمۃ اللہ علیہ)۔

۷-مقدمہ أوجز المسالک علی مؤطا مالک۔

۸-مقدمہ لامع الدراری علی صحیح البخاری۔

۹-مقدمہ حجة الوداع۔

۱۰-مقدمہ کتاب "النفس والروح"۔

۱۱-مقدمہ موقف الأمة الإسلامیة.

۱۲-مقدمہ الاستاذ المودودی و نتائج بحوثه و أفکاره۔

۱۳-مقدمہ خاتم النبیین (اردو ترجمہ)۔

۱۴-مقدمہ بر خلافت وملوکیت کی تاریخی وشرعی حیثیت۔

اس کے علاوہ بے شمار کتابوں پر آپ کی تقاریظ اور ابتدائیہ کلمات ہیں اور کئی مضامین عربی اور اردو میں مجلّات ورسائل میں پاکستان اور بلادِ عرب میں شائع ہوکر دادِ تحسین حاصل کرچکے ہیں، حضرت شیخ قدس سرہ کے علمی نوادرات جو مختلف مسائل اور مختلف موضوعات پر ہیں، انشاء اللہ عنقریب ہم کتابی صورت میں پیش کریں گے۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے، عربی زبان میں نہایت عمدہ اور آبدار شعر کہتے تھے، نبی

کریم ﷺ کی مدح میں دو قصیدے لکھے ہیں، جن میں سے ایک قصیدہ فائیہ "شذرات الأدب فی مدیح سید العجم والعرب" کے نام سے مصر کے معروف ہفت روزہ "الاسلام" میں اسراء ومعراج سے متعلق ایڈیشن میں ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا تھا اور اہلِ عرب نے اسے بے حد پسند کیا تھا۔

اردو زبان میں حالاتِ حاضرہ، قومی وملی مسائل اور ردِ الحاد وزندقہ پر آپ کے علمی وتحقیقی مضامین اور آپ کے بے باک قلم کے اچھوتے شاہکار "بینات" کے صفحات پر قارئین کے لئے ہمیشہ عبرت وبصیرت کا سامان بہم پہنچاتے رہے ہیں، مستقبل قریب میں وہ سب مضامین الگ الگ عنوانات سے کتابی صورت میں انشاء اللہ تعالیٰ شائع کر دیئے جائیں گے۔

## رحلت

جوں جوں سفرِ آخرت کا زمانہ قریب آتا جارہا تھا، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ پر علم وحکمت کی نئی نئی راہیں کھلتی جارہی تھیں، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فیضانِ الٰہی کے نئے نئے چشمے پھوٹ رہے ہیں جیسے آخر شب میں چراغ کی لو تیز ہوجایا کرتی ہے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے آخری چند سال حاصلِ زندگی ہیں، جن میں وہ وہ کارنامے انجام دیئے ہیں جو پوری زندگی پر بھاری ہیں۔

حاصل عمر نثارِ رہِ یارے کردم
شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

علم وعرفان، معرفت وایقان کا یہ آفتاب دل کے عارضہ میں تین دن مبتلا رہ کر ۳/۱۳ ذوالقعدہ ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۷/اکتوبر ۱۹۷۷ء کو یکایک غروب ہوگیا۔

إنا لله وانا اليه راجعون. إن لله مااعطى وله مأاخذ، رضى الله عنه وأرضاه وجعل الجنة مثواه ونور قبره وبرد مضجعه. آمين

يارب صل وسلم دائماً أبدا
على حبيبك خير الخلق كلهم

☆ ☆ ☆